حضرت مولانا عبد الرحمان عزیز اللہ آبادی

قسط (۴)

تحفۂ معراج کی اہمیت

حرام مال کھانے اور ظلم و تشدّد کی ممانعت

غیر شرعی طریقہ سے کسی کا مال ہڑپ کر جانا ایک مہلک ترین گناہ ہے، خواہ اس کی کوئی بھی شکل ہو، مثلاً کھایا جائے، پہنا جائے، کسی کو دیا جائے یا اس کے علاوہ جو بھی صورت ہو ___ کتاب وسنّت، اجماعِ امت اور عقلِ سلیم کی رو سے یہ فعل حرام ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ ۔ الآية!" (البقرة: ۱۸۸)

"باطل طریقہ سے ایک دوسرے کا مال نہ کھایا کرو!"

باطل طریقہ سے مال کھانے کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ ہنسی مذاق میں کسی کا مال ہتھیا لے ___ جوئے بازی، باہمی شرط، لہو ولعب میں رقمیں ہتھیانا بھی اسی قبیل سے ہے۔

۲۔ ظلم و تشدّد کر کے کسی کا مال ہتھیایا جائے۔

اور اسی قبیل سے مثلاً امانت میں خیانت، حصہ دار کو دھوکہ دینا، خرید و فروخت میں بد دیانتی، فریب کاری، مستعار لی ہوئی چیز کا انکار، رشوت، سود، چوری، ماپ تول میں کمی، جادوگری اور تصویر سازی کے ذریعے مال کمانا، آزاد کو فروخت کر کے اس کی قیمت کھا جانا، یتیم کا مال ہڑپ کر جانا وغیرہ! ___ ان سب افعال کے پس پردہ ظلم و زیادتی کار فرما ہے اور یہ معلوم ہے کہ ظلم و زیادتی آسمانی اور انسانی قوانین کی رو سے حرام ہے۔ چنانچہ نزولِ کتبِ سماویہ اور انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے مقاصد میں سے ایک مقصد یہ بھی تھا کہ لوگوں کے درمیان عدل و انصاف کو قائم کیا جائے اور انہیں ظلم و زیادتی

سے باز رکھا جائے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

"اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ" (النحل : ۹۰)

"یقیناً اللہ تعالیٰ عدل و احسان اور قرابت والوں کو (خرچ سے مدد) دینے کا حکم فرماتے ہیں، جبکہ بے حیائی، برائی اور ظلم و زیادتی سے منع فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اس لیے نصیحت فرماتے ہیں تاکہ تم نصیحت کو قبول کرلو!"

تفسیر حسینی میں ہے کہ اول الذکر تین چیزوں میں ملک کی سالمیت اور استقامت ہے جبکہ مؤخر الذکر تین باتوں کا انجام اضطراب اور پریشانی ہے ــــ مختصراً، ان میں سے ہر ایک کا نتیجہ حسب ذیل ہے :

عدل و انصاف کا ثمرہ، فتح و نصرت ــــ احسان کا ثمرہ، ثناء و صفت ــــ صلہ رحمی کا ثمرہ، انس و الفت ــــ فحشاء کا نتیجہ، دین و دنیا کا فساد اور تباہ کاری ــــ منکر کا نتیجہ، دشمنوں کو راہ دینا ــــ اور ظلم و سرکشی کا نتیجہ ان چیزوں سے محروم رہنا ہے جو مطلوب ہیں اور جن کی تمنا کی جاسکتی ہے۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ کریم کا ارشادِ گرامی ہے کہ :

"یا عبادی انّی حرّمت الظّلم علٰی نفسی وجعلته بینکم محرّمًا فلا تظالموا ــــ الحدیث!" (مسلم، بحوالہ مشکوٰۃ، باب الاستغفار والتّوبۃ)

"میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنی ذات پر حرام کرلیا ہے اور تمہارے آپس کے ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی کو بھی حرام ٹھہرایا ہے، لہٰذا تم ظالم نہ بنو!"

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے مشہور و معروف خطبہ حجۃ الوداع میں ارشاد فرمایا :

"انّ دماء کم واموالکم واعراضکم علیکم حرام کحرمۃ یومکم ھٰذا فی شہرکم ھٰذا فی بلدکم ھٰذا!"

"بلاشبہ تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم پر اسی طرح حرام ہیں جیسے تمہارا یہ دن، تمہارے اس مہینہ اور شہر میں تم پر حرام ہے!"

اپنا محاسبہ کیجئے

نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے ہر شخص کو اپنا محاسبہ کرنے کی نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"من کانت لہٗ مظلمۃ لاخیہ من عرضہٖ او شیئ فلیتحللہ منہ الیوم قبل ان لّا یکون دینار ولا درھم ان کان لہٗ عمل صالح اُخذ منہ بقدر مظلمتہٖ وان لّم تکن لہٗ حسنات اُخذ من سیّات صاحبہٖ فحمل علیہ۔" (بخاری، بحوالہ مشکوٰۃ، باب الظلم)

"جس نے اپنے (مسلمان) بھائی کی عزت یا اسی قبیل کی کسی دیگر چیز سے متعلق ظلم کیا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اس سے آج ہی معاف کرالے اس دن کے آنے سے قبل کہ جس دن دنیار و درہم موجود نہ ہوں گے۔ چنانچہ اگر اس کا کوئی نیک عمل ہوگا تو بقدر اس کے ظلم کے اس سے لے لیا جائے گا (اور مظلوم کو دے دیا جائے گا) اسی طرح اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی تو مظلوم کی بدیاں اس پر لاد دی جائیں گی۔"

مفلس کون؟

اسی بات کی تفصیل حضرت ابوہریرہؓ کی اس روایت میں موجود ہے، جسے امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں درج کیا ہے کہ:

"انّ رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم قال اتدرون ما المفلس؟ قالوا المفلس فینا من لّا درھم لہٗ ولا متاع، فقال انّ المفلس من امّتی یاتی یوم القیامۃ بصلوٰۃ وّصیام وّزکوٰۃ ویاتی قد شتم ھٰذا وقذف ھٰذا واکل مال ھٰذا وسفك دم ھٰذا فیعطی ھٰذا من حسناتہٖ وھٰذا من حسناتہٖ فان فنیت حسناتہٗ قبل ان یّقضی ما علیہ اُخذ من خطایاھم

فَطُرِحَت علیه ثمّ اطرح فی النّار۔" (بحوالہ مشکوٰۃ باب الظلم)

"رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (صحابہ کرامؓ کو مخاطب کرتے ہوئے) فرمایا،" کیا آپ جانتے ہیں کہ مفلس کون ہے"؟ انہوں نے عرض کی،" ہم مفلس اسے کہتے ہیں جس کے پاس درہم (و دینار) اور مال و متاع نہ ہو۔" آپؐ نے فرمایا،" میری امت میں سے مفلس وہ ہے جو (بہت سے اعمال) نمازیں، روزے اور زکوٰۃ لے کر آئے گا (لیکن اس کا حال یہ ہوگا کہ) اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا پیٹا ہوگا۔ چنانچہ اس کی نیکیاں ان مظلوموں میں تقسیم کر دی جائیں گی اور اگر نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو پھر ان کی بدیاں لے کر اس پر ڈالی جائیں گی اور اسے گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔"

افسوس! آج کسی کو اس کا احساس نہیں اور بہت سے لوگ دوسروں کے حقوق پر ڈاکے مار کر ظلم و زیادتی کے مرتکب ہو رہے اور لوگوں کے مال باطل طریقے سے کھا رہے ہیں، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لا یدخل الجنّۃ لحم نَبَتَ من السّحت وکلّ لحم نبتَ من السّحت کانت النّار اولیٰ بہ۔" (احمد، دارمی، بیہقی، بحوالہ مشکوٰۃ، باب الکسب وطلب الحلال)

"حرام مال سے پروان چڑھا ہوا گوشت جنّت میں داخل نہیں ہوگا۔ ایسا گوشت جو حرام سے پلا ہوگا، جہنم کی آگ کا زیادہ مستحق ہے۔"

مستجاب الدّعوات ہونے کا نسخہ

حضرت انسؓ فرماتے ہیں، میں نے عرض کی: اللہ کے رسولؐ! دعاء فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے مستجاب الدّعوات بنا دے۔ آپؐ نے فرمایا:

"یا انس اطیب کسبك تجب دعوتك فانّ الرّجل لیرفع اللّقمۃ من الحرام الی فیہ فلا یستجاب لہ دعوۃ اربعین یومًا۔" (ترمذی، طبرانی)

"اے انسؓ، اپنی کمائی پاکیزہ رکھ، تیری دعاء قبول ہوگی۔ بلاشبہ اگر کوئی آدمی

حرام کا ایک لقمہ اٹھا کر اپنے منہ میں ڈالتا ہے تو چالیس دن تک اس کی دعاء قبول نہیں ہوتی ۔"

مظلوم کی دعاء

حضرت ابوہریرہؓ بیان فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، تین شخصوں کی دعاء رد نہیں ہوتی :

" الصائم حین یفطر والامام العادل ودعوۃ المظلوم یرفعها اللہ فوق الغمام وتفتح لها ابواب السماء ویقول الرّبّ وعزّتی لَاَنْصُرَنَّکَ ولو بعد حین ۔" (ترمذی، بحوالہ مشکوٰۃ، کتاب الدعوات)

" روزہ دار کی دعاء، امام عادل کی دعاء اور مظلوم کی دعاء۔ اس دعاء کو اللہ تعالیٰ بادلوں سے اوپر اٹھا لیتا ہے اور اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ تب رب تعالیٰ فرماتے ہیں، مجھے اپنی عزت کی قسم، میں تیری ضرور مدد کرونگا خواہ ایک عرصہ بعد ہی سہی ۔"

کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگامِ دعاء کردن
اجابت از درِ حق بہرِ استقبال می آید

ایک عبرت آموز واقعہ

علامہ ابن حجرؒ نے اپنی کتاب الزواجر میں لکھا ہے، میں نے ایک ایسے شخص کو دیکھا جس کا ہاتھ کندھے سے کٹا ہوا تھا اور وہ لوگوں سے چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا! " لوگو! مجھے دیکھ کر عبرت حاصل کرو اور کسی پر ظلم نہ کرو!" میں نے آگے بڑھ کر اس سے دریافت کیا " میرے بھائی واقعہ کیا ہے؟" اس نے جواب دیا :

" میرا قصہ بڑا عجیب و غریب ہے، میں ہمیشہ ظالموں کا مددگار رہا ہوں۔ ایک دن میں نے ایک ماہی گیر کو دیکھا جس نے ایک بڑی سی مچھلی پکڑی ہوئی تھی جو مجھے بہت پسند آئی۔ میں نے اس سے مچھلی مانگی تو اس نے دینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں اسے فروخت کر کے اپنے بال بچوں کا پیٹ پالوں گا۔ اس پر میں نے اسے خوب مارا پیٹا اور مچھلی اس سے زبردستی چھین کر اپنی راہ لی۔ اچانک مچھلی نے میرے انگوٹھے پر کاٹ لیا، جس سے انگوٹھے میں شدید درد اٹھا اور ہاتھ متورم ہو گیا۔ میں رات بھر انتہائی بے چین رہا، درد کی شدت نے میری

نیند حرام کر دی۔ صبح طبیب کے پاس پہنچا تو اس نے بتایا، انگوٹھا سڑ رہا ہے، خیریت چاہتے ہو تو اسے کٹوا دو۔ ایسا نہ ہو کہ پورا ہاتھ اس کی لپیٹ میں آجائے۔ طبیب کے مشورہ پر ہاتھ بھی کٹوا دیا۔ لیکن درد اب کہنی تک پہنچ چکا تھا۔ طبیب نے پھر مشورہ دیا کہ کہنی کٹوا دو تو میں نے کہنی بھی کٹوا دی۔ بعد ازاں درد کندھے تک پہنچ گیا تو لوگوں نے مشورہ دیا، اس بازو کو کندھے تک کٹوا دو ورنہ درد تمام جسم میں پھیل جائے گا۔ میں نے کندھے تک پورا بازو کٹوا دیا تو درد پورے جسم میں پھیل گیا۔ لوگوں نے مجھ سے پوچھا، ماجرا کیا ہے؟ میں نے تمام واقعہ کہہ سنایا تو لوگوں نے کہا، یہ درد یوں نہیں رُکے گا، کسی نہ کسی طرح اس ماہی گیر کو تلاش کر کے اس سے معافی مانگو۔ میں ماہی گیر کی تلاش میں روانہ ہوا تلاشِ بسیار کے بعد وہ مجھے ایک جگہ مل گیا میں نے اس سے رو رو کر معافی مانگی اور رب کا واسطہ دیا۔ ماہی گیر نے پُوچھا، تم کون ہو؟ میں نے کہا، میں وہی بدنصیب ہوں جس نے تجھ سے زبردستی مچھلی چھینی تھی اور میرا یہ حال ہو رہا ہے۔ ماہی گیر نے متاثر ہو کر کہا، میں نے مچھلی کو تیرے لیے حلال کیا اور تجھے معاف کر دیا۔ بعد ازاں میں نے اس سے پوچھا، جب میں نے تجھ سے مچھلی چھینی تھی تو تم نے کیا کیا؟ اس نے کہا، میں نے اللہ رب العزت سے یوں دعاء کی تھی:

"اے زبردست قوت والے، یہ شخص اپنی قوت اور زور کے گھمنڈ میں مجھ پر غالب آگیا ہے اور تیرا عطا کردہ رزق اس نے مجھ سے چھین لیا ہے۔ اب تو اس ظالم پر اپنی قوت کا کرشمہ دکھا!"

میں نے کہا "اللہ جبّار و قہار نے اپنا کرشمہ دکھا کر مجھے سزا دے دی ہے۔ اب میں توبہ کرتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ جب تک زندہ رہوں گا، نہ خود کسی پر ظلم کروں گا نہ کسی دوسرے ظالم کی مدد کروں گا اور اپنے وعدہ کا پابند رہوں گا۔"

کسی شاعر نے کہا ہے ؎

لاتظلمنّ اذا کنت مقتدراً — فالظلم ترجع عقباہ الی النّدم
تنام عیناک والمظلوم منتبہ — یدعوا علیک وعین اللہ لم تنم

"جب تجھے اقتدار حاصل ہو تو کسی پر ظلم نہ کر، کیونکہ ظلم کا انجام ندامت اور شرمندگی ہے۔"

"تیری دونوں آنکھیں سوتی ہیں اور مظلوم جاگ رہا ہوتا ہے۔ وہ تجھے بددعا دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی آنکھ کبھی نہیں سوتی۔"

حضرت علیؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ رب العزت کا ارشادِ گرامی ہے:

"اشتدّ غضبی علیٰ من ظلم من لا یجد ناصراً غیری۔"

(رواہ الطبرانی فی الاوسط والصغیر)

"اس شخص پر میرا غصہ شدید ہوتا ہے جو کسی ایسے شخص پر ظلم کرتا ہے جو میرے علاوہ کسی کو اپنا حامی و مددگار نہیں پاتا۔"

دعاء قبول نہیں ہوتی!

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لا تظلموا فتدعوا فلا یستجاب لکم وتستسقوا فلا تسقوا وتستنصروا فلا تنصروا۔" (طبرانی)

"تم ظلم نہ کرو، ورنہ (حال یہ ہوگا کہ) تم دعائیں کروگے اور وہ قبول نہ ہوں گی، تم پانی (بارش) مانگو گے لیکن بارش نہ ہوگی، تم مدد مانگو گے اور تمہاری مدد نہ کی جائے گی۔"

صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ایسے شخص کا حال بیان فرمایا جو دور دراز کا سفر کرکے آتا ہے، اس کے بال پراگندہ اور کپڑے غبار آلود ہوتے ہیں۔ وہ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر کہتا ہے:

"یاربّ، یاربّ!" ("اے میرے رب، اے میرے پروردگار!")

"فانّی یستجاب لذالک۔" ("لیکن اس کی دعاء کیسے قبول ہو؟")

جبکہ اس کا کھانا حرام ہو، اس کا پینا حرام ہو، اس کا لباس حرام ہو اور اس کا بدن حرام غذا سے پلا ہو؟" (بحوالہ مشکوٰۃ، باب الکسب وطلب الحلال)

حرام مال اور عبادت باہم متصادم ہیں

حضرت ابوہریرہؓ بیان فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اتق المحارم تکن اعبد الناس۔" (احمد، ترمذی، بحوالہ مشکوٰۃ، کتاب الرقاق)

"حرام چیزوں سے پرہیز کر، تو لوگوں میں سے سب سے زیادہ عبادت گزار بن جائے گا۔"

مطلب واضح ہے کہ حرام کمائی اور عبادت باہم متصادم اور ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اگر فی زمانہ جائزہ لیا جائے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی درج ذیل پیش گوئی حالات پر صادق آتی ہے کہ:

"یاتی علی الناس زمان لا یبالی المرء ما اخذ منہ امن الحلال ام من الحرام۔" (بخاری، بحوالہ مشکوٰۃ، باب الکسب وطلب الحلال)

"لوگوں پر ایک وقت ایسا آئے گا، جب انسان اس بات کی مطلق پرواہ نہ کرے گا کہ اس کی کمائی حلال ذرائع سے ہے یا حرام ذرائع سے؟"

بہر حال ظلم وزیادتی سے کمایا ہوا مال اور رزق، حلال نہیں حرام ہے، جبکہ رزقِ حرام سے کی ہوئی عبادت قبول نہیں ہوتی۔ اللہ کریم سے دعاء ہے، ہمیں رزقِ حلال نصیب فرمائے آمین!

امانت میں خیانت

خیانت نفاق کی جملہ خصلتوں میں سے ایک ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ خیانت، کے نتیجہ میں انسان دنیا میں ذلت ورسوائی سے دوچار ہوتا اور آخرت میں اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ صحیح بخاری میں ہے، نبی کریم علیہ السلام کے ایک خادم نے مالِ غنیمت سے ایک چادر چرالی تھی۔ بعد میں جب وہ جہاد میں تیر لگنے سے جان بحق ہوگیا تو صحابہ کرامؓ نے اس کی شہادت پر کلمۂ خیر کہا کہ تجھے جنت مبارک ہو! —— رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ سُن کر فرمایا:

"کلا والذی نفسی بیدہ ان الشملۃ التی اخذھا یوم خیبر من الغنائم لم تصبھا المقاسم لتشتعل علیہ نارًا۔"

(متفق علیہ، مشکوٰۃ باب قسمۃ الغنائم)

"ہرگز نہیں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، جس چادر کو اس نے خیبر کی غنیمتوں سے چرایا تھا اور وہ تقسیم نہیں ہوئی تھی، وہ چادر اس پر دوزخ کی آگ بھڑکا رہی ہے۔"

امانت میں دولت، عزت، آبرو، رازداری، نیز جملہ شرعی فرائض وواجبات سب چیزیں داخل ہیں ـــــ ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

"یَآیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِکُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ـ" (الانفال : ۲۷)

"ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں خیانت نہ کرو، اور نہ ہی اپنی امانتوں میں خیانت کرو اور تم جانتے بھی ہو!"

حضرت کلبی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں خیانت سے مراد ان کی معصیت ونافرمانی ہے، نیز امانت میں ہر وہ چیز داخل ہے جسے اللہ کریم نے اپنے بندوں پر فرض کیا ہے۔ لہٰذا بندے کو چاہیئے کہ وہ ان جملہ ذمہ داریوں کو امانت سمجھ کر پوری ذمہ داری سے ادا کرے اور ان میں کمی کر کے خیانت کا مرتکب نہ ہو (الکبائر للذہبی)

حضرت انسؓ بیان فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

"لا ایمان لمن لا امانۃ لہ، ولا دین لمن لا عھد لہ"

(احمد، طبرانی)

"وہ مومن نہیں جو امانت کا پاس نہیں کرتا، اور اس شخص کا دین نہیں جو عہد پورا نہیں کرتا۔"

نبی کریم علیہ السلام کی دعاء

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوں دعاء کیا کرتے تھے :

"اللّٰھمّ انّی اعوذبك من الجوع فانّہ بئس الضّجیع واعوذبك من الخیانۃ فانّھا بئست البطانۃ ـ" (ابوداؤد، نسائی، ابنِ ماجہ، بحوالہ مشکوٰۃ باب الاستعاذۃ)

"اے اللہ! میں بھوک سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ وہ بدترین ہنگامہ کا سبب ہے۔ اور میں خیانت سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ وہ بدترین چھپی ہوئی برائی ہے۔"

مختصراً یہ کہ حرام کمائی، ظلم وستم اور امانت میں خیانت ایمان کے ضیاع کا سبب ہیں۔ تو پھر ان کی موجودگی میں نماز کی مقبولیت کہاں؟ ـــــ اللہ کریم محفوظ فرمائیں۔ آمین!

(جاری ہے)

حضرت مولانا عبدالرحمان کیلانی

(قسط ۶)

تطلیق ثلاثہ

قاری عبدالحفیظ صاحب کے تعاقب کے جواب میں ؟

تطلیقِ ثلاثہ سے متعلق چار گروہ

تطلیقِ ثلاثہ پر اجماع کی حقیقت کا اندازہ تو صرف اس ایک بات سے ہی ہو جاتا ہے کہ تطلیقِ ثلاثہ کے وقوع کے بارے میں مندرجہ ذیل چار قسم کے گروہ پائے جاتے ہیں :

۱۔ پہلا گروہ وہ ہے جو حضرت عمرؓ کے فیصلہ کو وقتی اور تعزیری سمجھتا ہے۔ اور سنتِ نبویؐ کو ہر زمانہ کے لیے معمول جانتا ہے۔ اس کے نزدیک ایک مجلس کی تین طلاق ایک ہی شمار ہوتی ہے۔ اس گروہ میں ظاہری، اہل حدیث اور شیعہ شامل ہیں۔ نیز آئمہ اربعہؒ کے مقلدین میں سے بعض وسیع النظر علماء بھی اس گروہ میں شامل ہیں اور بعض "اشد ضرورت کے تحت" اس کے قائل ہیں۔

۲۔ دوسرا گروہ مقلد حضرات کا ہے۔ یہ گروہ حضرت عمرؓ کے فیصلہ کو تعزیری یا وقتی تسلیم نہیں کرتا، بلکہ اسے مشروع اور دائمی سمجھتا ہے۔ اس گروہ میں اکثریت مقلدین کی ہے، پھر مقلدین میں سے بھی کچھ بالغ نظر علماء اس مسلک سے اختلاف رکھتے ہیں۔

۳۔ تیسرا گروہ وہ ہے جو دوسری انتہا کو چلا گیا ہے۔ ان کے نزدیک ایک مجلس میں ایک طلاق تو جائز ہے، لیکن اگر دو یا تین یا زیادہ دی جائیں تو ایک بھی واقع نہیں ہوتی۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک وقت میں ایک سے زیادہ طلاق دینا کارِ معصیت اور خلافِ سنت یعنی بدعت ہے جس کے متعلق ارشاد ہے کہ :

"مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ"۔
"جس نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی بات پیدا کی، جو اس میں نہ تھی، تو وہ بات مردود ہے"

تو اس لحاظ سے ایسی بدعی طلاقیں سب مردود ہیں، لغو ہیں، باطل ہیں۔ لہٰذا ایک طلاق بھی نہ ہوگی۔ اس گروہ میں شیعہ حضرات میں سے کچھ لوگ شامل ہیں۔ حجاج بن ارطاۃ اور محمد بن مقاتل (حنفی) بھی اس کے قائل ہیں۔ (شرح مسلم للنوویؒ۔ ج ا ص ۴۷۸)

۴۔ اور ایک قلیل تعداد ایسے لوگوں کی بھی ہے جو ایک مجلس کے تین طلاق کو غیر مدخولہ کے لیے ایک ہی شمار کرتے ہیں، اور مدخولہ کے لیے تین۔ (زاد المعاد ج ۴ ص ۶۷)

غور فرمائیے کہ جس مسلک میں اس قدر اختلاف ہو کہ اس کے بارے میں چار گروہ پائے جاتے ہوں، اسے "اجماعی" کہا جا سکتا ہے؟

طلاقِ ثلاثہ میں اختلاف کرنے والے اور اختلاف کو تسلیم کرنے والے علماء

جو حضرات ایک مجلس کی تین طلاق کے تین واقع ہونے کے قائل ہیں، ان کا سب سے بڑا سہارا یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ کے بعد پوری امت کا اس فیصلہ پر اجماع ہو گیا تھا۔ اس اجماع پر مجملاً تبصرہ تو پہلے گزر چکا ہے، اب ہم ذرا تفصیل کے ساتھ اور ترتیب زمانی کا لحاظ رکھتے ہوئے اس دعویٰ کا جائزہ لینا چاہتے ہیں۔ نیز بتلانا چاہتے ہیں کہ درج ذیل اصحاب نے اس فیصلہ سے اختلاف کیا، یا کم از کم اختلاف کو تسلیم کر کے بالفاظِ دیگر اجماع کا انکار کر دیا ہے۔

۱۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

اس ضمن میں پہلا نام تو خود حضرت عمرؓ ہی کا آتا ہے۔ مؤطا امام مالکؒ کی روایت کے مطابق آپؓ طلاق بتّہ کو ایک ہی طلاق قرار دیتے تھے (موطا کتاب الطلاق باب ما جاء فی البتۃ)

طلاق بتّہ کیا ہوتی ہے؟ اگرچہ اس کی مختلف تعریفیں بیان کی گئی ہیں، تاہم ان سب سے بہتر تعریف وہ ہے جو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے بیان فرمائی کہ:

"اگر طلاق ایک ہزار تک درست ہوتی تو بتّہ اس میں سے کچھ باقی نہ رکھتا۔ جس نے بتّہ کہا تو وہ انتہا کو پہنچ گیا" (مؤطا ایضاً)

اب چونکہ طلاقیں تین ہی ہیں، لہٰذا بتہ (لفظی معنے "کاٹنے والی" زوجیت کے معاملہ کو قطع کر دینے والی) کا وہی معنیٰ ہوا جو طلاق مغلّظہ کا ہے۔ طلاقِ بتہ یا تو تیسری طلاق ہو گی، یا ایک مجلس کی ایسی تین طلاقیں جنھیں تین ہی شمار کیا گیا ہو۔ تیسری طلاق کے بتہ یا مغلظہ ہونے میں تو کسی کو شک ہو ہی نہیں سکتا، رہا ایک مجلس کی تین طلاق کا مسئلہ تو اگر اختلاف ہے تو صرف اسی میں ہے۔ مؤطا کی پوری عبارت یوں ہے کہ:

"طلاق بتہ سے حضرت عمرؓ کے نزدیک ایک ہی طلاق پڑے گی، حضرت علیؓ کے نزدیک تین پڑیں گی۔ امام مالکؒ کا یہی مذہب ہے، سفیان ثوریؒ اور اہلِ کوفہ کے نزدیک جو نیت ہو گی وہی واقع ہو گی، مگر بائن پڑے گی۔ شافعیؒ کے نزدیک رجعی ہو گی، مروان بن الحکم حاکم مدینہ طلاق بتہ میں تین طلاق کا حکم کرتا تھا۔" (موطا ایضاً)

مؤطا امام مالک کی اس روایت سے واضح ہے کہ حضرت عمرؓ ذاتی طور پر ایک مجلس کی تین طلاق کے ایک ہی واقع ہونے کے قائل تھے۔ اور جو قانون آپؓ نے نافذ کیا، وہ غیر محتاط لوگوں کو سزا کے طور پر نافذ کیا تھا۔

۲۔ امام بخاریؒ (م ۲۵۶ھ)

امام بخاریؒ، اپنی صحیح میں ایک باب کا عنوان تجویز فرماتے ہیں: "باب من اجاز طلاق الثلاث"

اس عنوان سے دو باتیں معلوم ہوتیں۔ ایک صراحۃً دوسرے کنایۃً۔ صراحۃً یہ کہ امام بخاریؒ کے نزدیک یہ مسئلہ اجماعی نہیں، بلکہ اختلافی ہے۔ اور کنایۃً یہ کہ امام بخاریؒ کا اپنا رخ بھی مزعومہ اجماع کی طرف نہیں ہے، ورنہ وہ ایسا عنوان تجویز ہی نہ فرماتے۔ اس باب میں امام بخاریؒ صرف دو واقعات پر مشتمل تین احادیث لائے ہیں۔ ایک واقعہ عویمر عجلانیؓ سے متعلق ہے اور دوسرا رفاعہ قرظی سے متعلق۔ گویا امام بخاریؒ کے نزدیک یہی تین احادیث ایسی ہیں، جن سے قائلینِ تطلیق ثلاثہ استدلال فرما سکتے ہیں۔ اور ان پر ہم پہلے بھرپور تبصرہ کر چکے ہیں۔

۳۔ امام طحاویؒ

امام بخاریؒ کے ہمعصر اور ممتاز حنفی عالم اپنی تالیف "معانی" ج ۲ ص ۳۲ پر فرماتے ہیں کہ:

"فذهب قوم الى ان الرّجل اذا طلّق امراته ثلٰثاً معاً وقعت عليها واحدة"

"ایک قوم اس طرف گئی ہے کہ اگر اکٹھی تین طلاقیں دی جائیں تو ایک ہی واقع ہوتی

ہے۔" (بحوالہ مقالات ص ۲۱)۔
گویا آپ کے نزدیک اختلاف کرنے والے چند حضرات نہیں، بلکہ ایک قوم ہے۔ لہٰذا اجماع کا دعویٰ غلط ہے۔

۴۔ امام فخر الدین رازی شافعی اشعریؒ (م ۶۰۶ھ)

آپ اپنی تفسیر کبیر ج ۲ ص ۲۴۸ پر فرماتے ہیں:

"ھذا اختیار کثیر من علماء الدین ان لو طلقھا اثنین او ثلاثا لا یقع الا واحدۃ وھذا القول اقرب الی القیاس لان النھی عن الشئ یدل علی اشتمال المنھی عنہ علی مفسدۃ راجحۃ والقول بالوقوع فی ادخال تلک المفسدۃ فی الوجود وانہ غیر جائز فوجب ان یحکم بعدم الوقوع۔"

"یعنی بہت سے علمائے دین کا پسندیدہ مسلک یہ ہے کہ جو شخص بیک وقت دو یا تین طلاقیں دیتا ہے تو صرف ایک طلاق واقع ہوتی ہے۔ اور یہی قول قیاس کے سب سے زیادہ موافق ہے۔ کیونکہ کسی چیز سے منع کرنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ چیز کسی بڑے مفسدہ اور خرابی پر مشتمل ہے اور وقوعِ طلاق کا قائل ہونا اس مفسدہ اور خرابی کو وجود میں لانے کا سبب ہے ــــــ اور یہ بات جائز نہیں، لہٰذا عدمِ وقوع کا حکم لگانا واجب ہے۔" (بحوالہ مقالات ص ۲۵)

۵۔ امام ابنِ تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ)

آپؒ فرماتے ہیں:
(ترجمہ) "اگر کوئی شخص ایک طہر میں ایک کلمہ میں یا تین کلموں میں طلاق دے تو جمہور علماء کے نزدیک حرام ہے، لیکن ان کے واقع ہونے کا مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ تینوں واقع ہوں گی اور ایک یہ ہے کہ ایک ہی واقع ہوگی ـ اور یہی بات زیادہ صحیح ہے، جس پر کتاب و سنت دلالت کرتے ہیں۔"

(فتاویٰ ابنِ تیمیہؒ ج ۲ ص ۸۰ بحوالہ مقالات ص ۶۶)

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

"سلف اور خلف میں مالکؒ، احمد بن حنبلؒ اور داؤدؒ کے اصحاب میں سے ایسے

حضرات تھے جو تطلیقِ ثلاثہ کو یا تو لغو قرار دیتے تھے، یا پھر اس سے ایک طلاق رجعی واقع کرتے تھے۔ اور یہی صحابہؓ اور تابعینؒ سے بھی منقول ہے۔"

(فتاوی امام ابن تیمیہؒ ج ۴ ص ۱۵۱ بحوالہ مقالات ص ۸۱)

۶۔ امام ابنِ قیمؒ

ابنِ تیمیہؒ کے شاگردِ رشید حافظ ابنِ قیمؒ نے اپنی تالیف "اعلام الموقعین" میں تطلیقِ ثلاثہ کو ایک قرار دینے والوں کی جو فہرست دی ہے، وہ اس طرح ہے:

(i) صحابہ سے حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف، زبیر بن العوامؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ۔

(ii) حضرت ابنِ عباسؓ، حضرت علیؓ اور ابنِ مسعودؓ سے دونوں طرح کے فتوے منقول ہیں۔

(iii) بعد کے ادوار میں حضرت عکرمہ، طاؤس، محمد بن اسحاق، خلاص بن عمرو، حارث عکلی، داؤد بن علی اور ان کے اکثر ساتھی، بعض مالکی، بعض حنفی ــــ جیسا کہ ابوبکر رازی اسے محمد بن مقاتل سے روایت کرتے ہیں ــــ بعض حنبلی، شیخ الاسلام امام ابنِ تیمیہ اور ان کے دادا عبدالسلام حرانی رحمہم اللہ! (اعلام الموقعین اردو ص ۹۹ ۷ اور ۸۰۳)

اور ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

"امام ابوحنیفہؒ سے اس مسئلہ میں دو روایتیں منقول ہیں۔ ایک تو وہی جو مشہور ہے، دوسری یہ کہ ایک مجلس کی تین طلاق ایک رجعی ہوتی ہے ــــ جیسا کہ محمد بن مقاتل رازیؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے نقل کیا ہے۔

(اغاثۃ اللہفان ص ۱۵۷ مطبوعہ مصر بحولہ مقالات ص ۱۱۲)

۷۔ امام ابنِ حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ)

آپ نے فتح الباری شرح صحیح بخاری ج ۹ کے ص ۲۹ پر تطلیقِ ثلاثہ کو ایک طلاق قرار دینے والوں کی جو فہرست دی ہے، وہ درج ذیل ہے:

"حضرت علیؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور زبیرؓ سے اسی طرح کی بات منقول ہے۔ اسے ابنِ مغیثؒ نے کتاب الوثائق میں نقل کیا ہے اور غنویؒ نے اس مسلک کو قرطبہ کے مشائخ کے ایک گروہ مثلاً محمد بن تقی بن مخلدؒ اور محمد بن عبدالسلام خشنیؒ وغیرہ سے نقل کیا ہے۔ اور ابن المنذرؒ نے اسے ابنِ عباسؓ کے اصحاب مثلاً عطاءؒ، طاؤسؒ اور عمرو بن دینارؒ سے نقل کیا ہے۔" (بحوالہ مقالات ص ۱۵۷)

علامہ بدرالدین عینیؒ (م ۸۵۵ھ)

آپ بھی شارح بخاری ہیں - اس شرح کا نام عمدۃ القاری ہے - مسلکاً حنفی ہیں - آپ عمدۃ القاری ج ۹ ص ۵۳۷ پر فرماتے ہیں :

"طاؤسؒ، ابنِ اسحاقؒ، حجاج بن ارطاۃ، نخعیؒ، ابنِ مقاتل اور ظاہریہ اس طرف گئے ہیں کہ اگر شوہر بیوی کو تین طلاق دے دے تو ایک واقع ہوگی" (بحوالہ مقالات ص ۲۰)

مندرجہ بالا اصحاب میں سے طاؤسؒ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، اور زبردست فقیہ تھے - محمد بن اسحاقؒ امام المغازی، اور حجاج بن ارطاۃ کوفہ کے مشہور فقیہ تھے - ابراہیم نخعیؒ امام ابوحنیفہؒ کے استاد، اور محمد بن مقاتلؒ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے شاگرد رشید ہیں - (حوالہ ایضاً)

۹- امام طحطاویؒ

مشہور حنفی امام اپنی تصنیف "درمختار" ج ۲ ص ۱۰۵ کے حاشیہ پر فرماتے ہیں کہ :

"اِنّہٗ کان فی الصّدر الاوّل اذا ارسل الثّلاث جملۃ لم یحکم الّا بوقوع واحدۃ الی زمن عُمر رضی اللہ عنہ ثم حکم بوقوع الثّلاث سیاسۃ لکثرتہ بین النّاس"

"صدرِ اول میں جب کوئی شخص اکٹھی تین طلاقیں دیتا تو اس کے ایک ہونے کا فیصلہ دیا جاتا تھا، تاآنکہ حضرت عمرؓ کا زمانہ آگیا - لوگ چونکہ کثرت سے اکٹھی تین طلاق دینے لگے تھے، لہٰذا آپؓ نے سیاسی طور پر تینوں کے تین ہی واقع ہونے کا فیصلہ کر دیا" (مقالات ص ۲۴)

۱۰- امام شوکانیؒ (م ۱۲۵۵ھ) :

آپؒ اپنی تصنیف "نیل الاوطار" میں فرماتے ہیں کہ:

"اہلِ علم کا ایک گروہ اس طرف گیا ہے کہ طلاق طلاق کے پیچھے واقع نہیں ہوتی بلکہ صرف ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے" صاحبِ بحر نے اس کو ابوموسیٰ اشعریؓ سے نقل کیا ہے، اور ایک روایت حضرت علیؓ سے اور ابنِ عباسؓ سے - طاؤس، عطاء، جابر بن یزید ہادی - قاسم ناصر احمد بن عیسیٰ عبداللہ بن موسیٰ بن عبداللہ اور ایک روایت زید بن علی سے نقل کی ہے - اسی طرف متاخرین کی ایک جماعت گئی ہے، جس میں علامہ ابنِ تیمیہؒ، علامہ ابنِ قیمؒ اور محققین کی ایک

جماعت شامل ہے۔ ابنِ مغیث نے اپنی کتاب الوثائق میں محمد بن وضاح سے نقل کیا اور مشائخ قرطبہ کی ایک جماعت جیسے محمد بن مقاتل و محمد بن عبدالسلام وغیرہ نے ایسا ہی فتویٰ نقل کیا ہے۔ اور ابن المنذر نے اس کو اصحابِ ابنِ عباسؓ یعنی عطاءؒ اور طاؤسؒ اور عمرو بن دینارؒ سے نقل کیا ہے، نیز ابنِ مغیث نے اسی کتاب میں حضرت علیؓ، ابنِ مسعودؓ، عبدالرحمن بن عوفؓ اور زبیرؓ سے نقل کیا ہے اور امامیہ سے بعض لوگ اس طرف گئے ہیں کہ اکٹھی تین طلاق سے کچھ بھی واقع نہیں ہوتا، نہ ایک طلاق اور نہ زیادہ (یعنی تین) بعض تابعین نے بھی ایسا کہا ہے۔ ابنِ عطیہ اور ہشام بن حکم سے روایت ہے کہ ابو عبیدہ اور بعض اہلِ ظاہر نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔ یہ سب لوگ کہتے ہیں کہ یہ طلاق بدعی ہے، اور بدعی طلاق خواہ "تین طلاق" یا "طلاق طلاق طلاق" کہا جائے، واقع نہیں ہوتی۔ باقرؒ، صادقؒ اور جعفرؒ کا یہی مذہب ہے۔ اور اصحاب عبداللہ بن عباسؓ اور اسحاق بن راہویہؒ سے ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ اگر عورت مدخولہ ہے تو تین، اور اگر غیر مدخولہ ہے تو ایک طلاق پڑے گی۔"

(نیل الاوطار ج ۷، ص ۱۶)

۱۱۔ عبدالحی لکھنوی (فرنگی محلی، م ۱۳۰۲ھ)

ہندوستان کے مایہ ناز حنفی عالم۔ آپ اپنی تصنیف عمدۃ الرعایہ ج ۴ ص ۷۱ پر فرماتے ہیں:

"اور دوسرا قول یہ ہے کہ شوہر اگر تین طلاق دے دے، تب بھی ایک ہی پڑے گی۔ اور یہ وہ قول ہے جو بعض صحابہؓ سے منقول ہے۔ داؤد ظاہری اور ان کے تبعین اس کے قائل ہیں۔ امام مالکؒ کا بھی ایک قول یہی ہے۔ اور امام احمدؒ کے بعض اصحاب کا بھی یہی قول ہے۔" (بحوالہ مقالات ص ۲۲، ۲۷)

۱۲۔ نواب صدیق حسن خانؒ (م ۱۳۰۷ھ)

اپنی تصنیف "الروضۃ الندیۃ" ص ۱۴۲ پر فرماتے ہیں:

"وھذا مذھب ابن عباس وابن اسحاق وعطاء وعکرمۃ واکثر اھل البیت وھذا اصح الاقوال۔"

"اور یہ مذہب (یعنی تطلیقِ ثلاثہ کو ایک قرار دینا) ابنِ عباسؓ، ابنِ اسحاق، عطاء،

عکرمہ اور اکثر اہل بیت کا ہے۔ اور تمام اقوال میں یہی سب سے زیادہ صحیح ہے"
(ایک مجلس کی تین طلاق ص ٦)

۱۳۔ شبلی نعمانی (م ۱۳۳۲ھ) مشہور حنفی محقق اور مورخ۔ آپ نے اپنی تصنیف "الفاروق" میں تطلیقاتِ ثلاثہ کو حضرت عمرؓ کی اولیات میں شمار کر کے یہ واضح کر دیا کہ حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ سے پہلے تینوں طلاقوں کو ایک ہی شمار کیا جاتا تھا۔ آپ فرماتے ہیں :

"لیکن بہت سے مسائل ایسے بھی ہیں جن میں دیگر صحابہؓ نے اختلاف کیا اور وہی حق پر ہیں۔ مثلاً تیمم جنابت، منع تمتع۔ طلقات ثلاث وغیرہ میں حضرت عمرؓ کے اجتہاد سے دوسرے صحابہؓ کا اجتہاد زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے" (الفاروق ص ۳۵۱)

شبلی نعمانی کے اس اقتباس سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کہ یہ مسئلہ اجماعی نہیں، بلکہ اختلافی ہے۔ دوسرا یہ کہ اختلاف کرنے والے صحابہؓ کا موقف زیادہ صحیح ہے اور وہی حق پر ہیں۔

ان اقتباسات کی روشنی میں اب آپ خود فیصلہ کر لیجیے کہ قاری عبدالحفیظ صاحب اس مسئلہ کو اجماعی کہنے میں کہاں تک حق بجانب ہیں؟

فیصلہ فاروقی سے اختلاف رکھنے والوں کا اجمالی ذکر

اب ہم مندرجہ بالا اقتباسات کا خلاصہ ایک نئے انداز سے پیش کریں گے :

۱۔ صحابہ کرامؓ میں سے :

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت زبیر بن عوامؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فیصلہ فاروقی سے اختلاف رکھتے تھے۔ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت علیؓ سے دونوں طرح کے فتوے منقول ہیں۔ (اعلام الموقعین ص ۸۰۳)

۲۔ تابعینؒ اور تبع تابعینؒ میں سے :

"عکرمہؒ، طاؤسؒ (دونوں حضرت ابن عباسؓ کے شاگرد اور نامور فقیہ) محمد بن اسحاق (امام المغازی) حجاج بن ارطاۃ (کوفہ کے نامور فقیہ) ابراہیم نخعیؒ (امام ابو حنیفہؒ کے استاد) محمد بن مقاتلؒ (امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے مایہ ناز شاگرد) جابر بن زیدؒ، عطاء بن رباحؒ

(حضرت ابن عباسؓ کے شاگرد رشید) عمرو بن دینارؒ، احمد بن عیسیٰؒ عبداللہ بن موسیٰؒ، فلاسؒ اور اہلِ بیت، زید بن علیؒ، داؤد بن علیؒ اور ان کے اکثر ساتھی، قاسمؒ، ناصرؒ۔ امام باقرؒ اور جعفر صادقؒ

۳۔ ائمہ اربعہؒ :

امام ابو حنیفہؒ سے اس مسئلہ میں دو روایتیں مذکور ہیں۔ ایک تو وہی جو مشہور ہے۔ دوسری یہ کہ ایک مجلس کی تین طلاق ایک ہی رجعی ہوتی ہے۔

(اغاثۃ اللہفان ص ۱۵۷ طبع مصر بحوالہ مقالاتِ علمیہ ص ۱۱۲)

امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ :

بعض مالکی اور بعض حنفی بھی ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک ہی شمار کرتے ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ کا اپنا بھی ایک قول یہی ہے، مازری نے اپنی کتاب میں امام محمد بن مقاتل (حنفی) سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (مقالات ص ۹۱)

۴۔ متاخرین میں سے :

امام ابنِ تیمیہؒ اور ان کے ساتھی۔ آپ کے دادا احمد بن عبدالسلام حرانیؒ بھی یہی فتویٰ دیا کرتے تھے۔

امام ابنِ قیمؒ اور ان کے ساتھی۔

امام شوکانیؒ، نواب صدیق حسن خانؒ، علامہ رشید رضا مصنف تفسیر "المنار" ج ۹ ص ۱۸۳ (بحوالہ مقالاتِ علمیہ) علامہ شیخ محمد شتوت۔ جامعہ ازہر مصر (الفتاویٰ ص ۳۰۶)۔

۵۔ موجودہ دور کے علمائے احناف :

شبلی نعمانی، جنھوں نے "الفاروق" میں حضرت عمرؓ کے فیصلہ سے اختلاف رکھنے والے صحابہؓ کے اجتہاد کو زیادہ صحیح قرار دیا ہے۔ (تفصیل پہلے گزر چکی ہے)

مولانا محفوظ الرحمٰن صاحب قاسمی فاضل دیوبند، مولانا شمس صاحب (سیکرٹری جماعت اسلامی ملتان شہر) مولانا سعید احمد صاحب اکبر آبادی (مدیر ماہنامہ "برہان" دہلی)، سید حامد علی صاحب (سیکرٹری جماعت اسلامی ہند) مفتی عتیق الرحمٰن صاحب (صدر آل انڈیا مسلم مجلس مشاورت) شرکائے سیمینار بمقام احمد آباد مطابق نومبر ۱۹۷۳ء بموضوع "ایک مجلس کی تین طلاق" ان سب حضرات نے ایک مجلس کی تین طلاق کو ایک شمار کرنے کی سفارش کی اور نہایت بالغ نظری سے اس موضوع پر مقالات لکھے اور پڑھے۔ یہ مقالات "مجموعہ مقالاتِ علمیہ۔ ایک مجلس کی

تین طلاق“ کے نام سے نعمانی کتب خانہ اُردو بازار لاہور نے شائع کیے ۔ پیر کرم شاہ صاحب ازہری کا مقالہ بعنوان ”دعوت“ فکر و نظر میں انہی مقالات کے آخر میں شائع کیا گیا ہے۔

مولانا عبدالحلیم صاحب قاسمی مہتمم مدرسہ جامعہ حنفیہ قاسمیہ لاہور و صدر علمائے احناف پاکستان ۔ آپ علی الاطلاق ایک مجلس کی تین طلاق کے ایک ہی واقع ہونے کے قائل ہیں۔ (” ایک مجلس کی تین طلاق ۔ علمائے احناف کی نظر میں“ ص ۶ مطبوعہ دار الحدیث محمدیہ' عام خاص باغ ملتان شہر)۔

موجودہ دور میں تطلیقِ ثلاثہ کی قانونی حیثیت

مندرجہ ذیل مسلمان ممالک میں ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک ہی رجعی طلاق شمار کرنے کا قانون نافذ کر دیا گیا ہے :

(۱) مصر ۱۹۲۹ء میں (۲) سوڈان ۱۹۳۵ء میں (۳) اردن ۱۹۵۱ء میں (۴) مراکش ۱۹۵۸ء میں (۵) عراق ۱۹۵۹ء میں (۶) پاکستان ۱۹۶۲ء میں ۔

ان تصریحات کی روشنی میں آپ خود ہی ملاحظہ فرمایئے کہ اس مسئلہ میں امت کے اجماع کا دعویٰ کس حد تک حقیقت پر مبنی ہے ؟ (جاری ہے)

ضرورت ہے

ہمارے مدرسہ کے لیے ایک قابل، محنتی، خوش اخلاق معلّمہ کی فوری ضرورت ہے جو بچیوں کو ترجمہ قرآن اور احادیث پڑھا سکے ۔ رہائش کا اعلیٰ بندوبست ہے۔ تنخواہ حسبِ قابلیت ان شاء اللہ!

رابطہ کے لیے : حکیم خورشید احمد سلفی ناظمِ اعلیٰ چک ۱۶۵/۹-L تحصیل چیچہ وطنی ضلع ساہیوال

محترم غازی عزیر پوسٹ بکس ۲۰۰۸۷ الخبر ۳۱۹۵۲ (سعودی عرب) کے کوئی عزیز اگر پاکستان میں موجود ہوں تو ناظم ادارہ دعوتِ قرآن مکان ۱ گلی ۱۱۶ نزد مسجد چٹاں اچھرہ لاہور سے بذریعہ خط رابطہ قائم کریں۔ شکریہ ۔